سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

(۲)بانی دار العلوم مولانا محمد موسی رحمۃ اللہ علیہ

از عبد الرحیم روزی

1-نام و نسب: آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد موسی بن محمد علی بن عبدالعزیز بن موسیٰ ہے ۔آپ موضع غواڑی کے گربا(لوہار) خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ مجدد تحریک اہلحدیث مولانا عبدالرحیم بن عبدالعزیز آپ کے حقیقی چچا تھے۔

2- تاریخ ولادت: آپ نے 1298ھ تقریبا1880ء کو محلّہ گربی کھور کے ایک دینی گھرانے میں آنکھیں کھولیں یہی بچہ آگے چل کر جویان حق کیلئے مشعل راہ بن گیا اور انہیں جامعہ دار العلوم بلتستان کے بانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

3- تعلیم و تربیت: جب آپ سن شعور کو پہنچے تو ابتدائی تعلیم اپنے چچا مجدد تحریک اہلحدیث مولانا عبد الرحیم سے حاصل کی۔ چونکہ مولانا عبد الرحیم رؤسائے بلتستان کی سازشوں کی بناء پر فراغت قلب سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔اس لئے آپ بلغار کے مولانا اخوند سلطان علی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔اخوند موصوف کی وفات کے بعد آپ کے برادر خورد مولانا سودے (متوفی 1317ھ) سے کسب فیض کیے۔

4-سید نذیر حسین دھلوی کی خدمت میں: مزید علوم وفنون کا شوق بڑھا تو سوئے دھلی رخت سفر باندھ لیا۔اور ولی اللہی مسند کے وراث شیخ الکل سید نذیر حسین دھلوی کے مدرسہ میں گھٹنے ٹیک دیئے۔اور یہیں سے سید موصوف سے اسناد احادیث صحاح ستہ اور موطا مالک حاصل کئے۔

5-سال فراغت کی تحقیق: الحاج خلیل الرحمٰن باقری اپنی غیر مطبوع کتاب "تذکرہ علمائے بلتستان" میں آپ کے سال فراغت کے بابت یوں رقمطراز ہیں۔"سید نذیر حسین دھلوی سے 1310ھ میں فراغت حاصل کر کے غواڑی تشریف لایا۔اور اپنے محلّہ میں درس گاہ کا افتتاح فرمایا جو اس وقت دار العلوم بلتستان سے مشہور ہے"۔

بعینہ یہی بیان آپ کے تمام مکتوبات میں ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے دار العلوم کے تمام دستاویزات میں بھی اسی کو تاسیس دار العلوم کی تاریخ قرار دی گئی ہے۔

راقم کے نزدیک یہ درج ذیل وجوہ کی بناء پر محل نظر ہے۔

(1)- مولانا محمد موسی کے سند فراغت میں سال فراغت 1318ھ مندرج ہے۔

(2)-حاجی مرحوم نے مولانا موصوف کی تاریخ ولادت 1298ھ لکھی ہے اگر یہ درست ہے تو فراغت کے وقت آپ کی عمر اس حساب سے صرف بارہ سال ہوتی ہے۔

6-آپ کا شوق تعلیم: آپ اور آپ کے ساتھیوں کے شوق تعلیمی کا یہ عالم تھا کہ استاد مولانا عبدالرحمٰن پنجابی تالاب میں نہا رہے ہوتے کنارے پر سب شاگرد اسباق حاصل کرتے اور وہیں انکی نگرانی میں مذاکرہ کرتے تھے۔ یہ استاد شاید وہی مولانا عبدالرحمٰن لکھوی ہوگا جس کا تذکرہ نزھۃ الخواطر میں آیا ہے کہ وہ وسوسے کا مریض تھا۔

7-سید نذیر حسین دھلوی کا آخری شاگرد: جب آپ شیخ الکل کے ہاں پڑھ رہے تھے تو اس وقت موصوف کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور مولانا محمد موسیٰ صاحب آپ کے اواخر شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت نذیر حسین دھلوی کے شہرہ آفاق حلقہ درس سے یگانہ روزگار علماء پیدا ہوئے ہیں۔ عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفة الاحوذی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، سید عبداللہ غزنوی، علامہ وحید الزماں بدیع الزماں، مولانا شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالحلیم شرر، سید ابوالحسن تبتی وغیرہ سید دھلوی کے فیض یافتہ آسمان علم کے چاند تارے ہیں۔ مولانا ابو یحیٰ نوشہروی کے بقول سید نذیر حسین دھلوی کے شاگردوں کی تعداد ﴿و ما یعلم جنود ربك الا هو﴾ کے مصداق ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ مولانا محمد موسیٰ ان حضرات گرامی میں سے کس کے شریک درس تھے۔ آپ اپنے استاد گرامی سے فرط عقیدت کا اظہار والہانہ انداز میں کرتے تھے۔

8-بانی دار العلوم کا سلسلہ اسناد: (اردو ترجمہ)

"امابعد پس عبد ضعیف محمد نذیر حسین کہتا ہے کہ تحقیق مولوی محمد موسیٰ بن محمد علی تبتی نے مجھ سے تفسیر جلالین صحاح ستہ اور موطا امام مالک پڑھا ہے اور سماعت کیا ہے۔ پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہے۔ کیونکہ وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے اور تحقیق میں نے قراءت و سماعت اور اجازت حاصل کی شاہ محمد اسحاق سے انہوں نے سند وقت شاہ عبدالعزیز سے انہوں نے یادگار سلف شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دھلوی سے"......الخ

اسطرح صحیح بخاری اور دیگر کتب احادیث کی اسانید مولفین تا رسول اللہ ﷺ پہنچائی ہیں۔

9-ہندوستان سے مراجعت اور دار الحدیث کی تاسیس: آپ نے ہندوستان کے چشمہ ہائے فیوض سے سیراب ہو کر خطہ بلتستان مراجعت فرمائی یہاں توحید خالص کی شمع فروزاں کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ امیر کبیر سید ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت و تبلیغ پر مرور ایام کے دبیز تہ جم گئے تھے اور شمع ھمدانی مدھم پڑ گیا تھا۔ بلتستان تشریف لا کر آپ نے اپنے خاص مقام غواڑی کے محلّہ کی مسجد میں تفسیر، حدیث اور منقولات و معقولات کا درس شروع کیا۔ 1319ھ تک کے قلیل عرصہ میں بلتستان کے چاروں گوشوں سے طلباء کا ہجوم ہونے لگا۔ تعلیمی حلقہ وسیع ہونے پر مسجد سے متصل مدرسہ کی عمارت تعمیر کی گئی

10-موصوف ایک کامیاب مبلغ: مولانا موصوف واعظ خوش الحان ہونے کے ساتھ ساتھ عالم متبحر بھی تھے۔ آپ کے دلنشین و دلربا وعظ وارشاد اور کامیاب تدریس کو دیکھ کر علوم اسلامیہ کے متوالے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ تدریسی

مشاغل کے علاوہ کریس، بلغار، شگر اور چھوربٹ وغیرہ کا تبلیغی دورہ کرتے رہتے تھے۔ اس طرح بلتستان میں مسلک حقہ پھیلانے کا بڑا سہرا آپ کے سر ہے۔ آپ کا قائم کردہ یہ مدرسہ ایک نوخیز پودے کی مانند مختلف ایام میں طوفان باد وباراں سے نبرد آزما ہوتا ہوا ایک تناور اور ثمر بار درخت بن گیا ہے اور جامعہ دار العلوم بلتستان کی شکل میں علم وحکمت، وعظ وارشاد اور رفاہ عامہ کا مرکز ہے۔

11-طلباء پر رحم وشفقت: آپ کے حیات مستعار میں کافی طلباء بیرون غواڑی سے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ جن کے نان ونفقہ کا کچھ بندوبست طالب علم خود کرتے اور کچھ موضع غواڑی کے احباب سے جمع کئے جاتے اور کافی طلباء خود مولانا کے مکان پر فروکش ہوتے، ان کا خورد ونوش آپ کے ساتھ ہی ہوتا۔ آپ تمام طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھتے تھے۔

مولانا کی زوجہ محترمہ اپی بی جان بھی طلباء پر شفقت ومہربانی میں اپنے میاں سے کم نہ تھی۔ طلباء کو کھلانا، پلانا، کپڑے دھونا، ان کے برتن مانجھنا، ان کے حصے میں آئے ہوئے گندم، جو وغیرہ صاف کرکے پن چکی لے جانا اپنی سعادت خیال کرتی تھی۔ الشیخ عبدالرشید ندوی آج بھی اس عظیم خاتون کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

12-طالب علم کے فراق کا احساس: مولانا ندوی صاحب کا بیان ہے کہ وہ ہندوستان جانے کیلئے پابرکاب ہوئے تو مولانا موسی کے اھل وعیال زار وقطار رو رہے تھے اور الوداع کیلئے تمام احباب غواڑی محلّہ غلوکھور تک ساتھ گئے تھے۔

استاد گرامی قدر مولانا محمد حسن اثری، مولانا محمد بلال اور مولانا عبدالرحمٰن حنیف مدظلہم جب مدرسہ سے پڑھ کر مزید حصول تعلیم کے لئے پنجاب جارہے تھے تو ان کی پرورش کرنے والی مائیں شدت غم سے نڈھال ہوگئیں۔

راقم سطور کی عظیم ماں مدظلہا بھی ہمیشہ طلباء اور علماء کی خدمت کو اپنا نصب العین گردانتی تھی۔ اسی برکت سے اس کے تمام بیٹے عالم دین اور خادم اسلام ہیں۔ الحمدللہ۔

13-مولانا محمد موسی کی تقرری: آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے خطۂ تبت (بلتستان) میں دعوت وتبلیغ کو پروان چڑھانے کیلئے بعض علماء کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ تاکہ وہ فارغ البال ہوکر پوری توجہ مرکوز کرسکیں۔ ان میں آپ سب سے سینئر تھے۔

نیز آپ کے عزیز شاگرد مولانا عبدالخالق قمبر (مدظلہ) یادوں کے جھروکے میں جھانک کر فرماتے ہیں کہ پورے غواڑی میں خط وکتابت کرنے والا صرف مولانا محمد موسی تھا۔ لوگ اپنے خطوط آپ سے پڑھواتے اور جوابات بھی لکھواتے تھے۔ اسطرح آپ کو انفرادی تبلیغ کا خوب موقع میسر تھا۔ آج الحمدللہ اوسطاً ہر گھر میں ایک تعلیم یافتہ موجود ہے۔

14-اسلاف عظام کے نقش قدم پر: نبی کریم ﷺ نے انسان کے ہاتھ کی کمائی کو بہترین روزی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ "ماا کل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ" صحیح بخاری مع الفتح کتاب البیوع ۴/۳۵۵)

اسی بنا پر سلف صالحین حلال کمائی کھانے کیلئے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرتے تھے۔اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ بھی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور دوسروں کا بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔بعض بزرگوں کے افادات کے مطابق آپ ترکھانی بھی کرتے تھے اور خوبصورت دیسی صندوقیں (رگوم) اور ہل وغیرہ بھی بناتے تھے۔

15-بانی مدرسہ کا گھر مدرسہ میں ضم ہوا: حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالی دنیا ہر کسی کو دیتا ہے مگر دین صرف اپنے چہیتوں کو عطا کرتا ہے۔آپ نے اپنے مکان کے کچھ حصے میں مدرسہ دار الحدیث بنایا تھا۔اور کچھ حصے میں آپ کے اہل و عیال قیام کرتے تھے۔یہ حصہ بھی 1982ء میں جامعہ دار العلوم کا جزو لاینفک بن گیا۔﴿ذلك فضل الله يوتيه من يشاء﴾

16-اوصاف و شمائل: مولانا صاحب قدرے لمبے' قوی ہیکل 'کتابی چہرہ' خوش آواز اور گھنی ڈاڑھی والے تھے۔فارسی اور عربی یکساں طور پر جانتے اور درس مقامی زبان میں دیتے تھے۔عام حالات میں آپ نہایت ہی حلیم الطبع اور ملنسار تھے۔مگر ضرورت کے مطابق سخت کارروائی بھی کرتے تھے۔

17-آپ کے تلامذہ: آپ سے کثیر التعداد علماء و فضلاء نے فیض حاصل کئے ہیں۔ان میں سے تین نابغہ روزگار ہوئے۔ آپ بیان فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کا مجھے پر بے پایاں احسان ہے کہ آغاز عمر میں مولوی عبد الصمد' درمیان میں حافظ کریم بخش اور آخری عمر میں عبد القادر جیسے ہونہار شاگرد عطا ہوئے۔ان حضرات کے علاوہ علاقہ بلغار میں مولوی عبد الملک اور آپ کا فرزند ارجمند مولانا عبد الرشید ندوی' مولوی محمد امین' مولوی احمد حسن' مولوی محمد فاروق بن عبد الصمد وغیرہ موضع غواڑی سے الشیخ ابراہیم انصاری' الشیخ یونس گنیتھاوی' الشیخ عبد الرحیم گنتھاوی' اسماعیل بن حسین سلمانی' شیخ عبد الخالق بن قمبر وائمہ مساجد غواڑی' سرمیک و شگر سے عبد الرحمٰن ملاوا' مولوی عبد الکریم شاعر چھورکاوی' محمد علی عرف ممات پا' از کونیس و کورو غازی عبد اللہ' مولوی عبد الخالق وغیر ھم ہیں۔البتہ باقاعدہ سندیافتگان کی تعداد بقول حاجی خلیل علیہ الرحمۃ 18 ہیں۔

18-ازواج واولاد: جب آپ وفات پاگئے تو آپ کی ایک بیوی بی جان زندہ تھیں اور آپ کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں۔ان میں سے ایک آپ کے خلف الرشید حافظ کریم بخش کے 'ایک لڑکی آپ کے عزیز مولانا عبد الخالق خطاط کے حبالہ عقد میں تھیں۔آپ کے قابل ذکر نواسوں میں سے فضیلۃ الشیخ ابراہیم خلیل ساکن افریقہ ہیں۔

19-وفات حسرت آیات: آپ نے اپنی وفات سے چند سال پیشتر اپنے عم زاد شیخ کریم بخش شاگرد مولانا محمد بشیر سہسوانی کو مدرسہ منار الھدی سے بلا کر دار العلوم کے تنظیمی' تعلیمی اور جماعتی امور سپرد فرمایا تھا۔مولانا کریم بخش "**ورب حامل فقه الى من هو افقه منه**" (**الحدیث**) کے مصداق زیادہ ہونہار ثابت ہوئے۔

برادر گرامی مولوی عبد الرحمٰن روزی بیان کرتا ہے کہ جب مولانا موصوف بستر مرگ پر موت و حیات کی کشمکش میں تھے۔آپ نے سنا کہ محلہ چھوغو گرونگ غواڑی سے چند نمبرداران و معززین بیمار پرسی کے لئے آرہے ہیں' جن میں

نمبر دار ناس، نمبر دار علیشاہ وغیرہ شامل تھے۔ تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے عمامہ طلب کر کے زیب تن کر لئے اور استقبال کرنے لگے۔ گویا کہ کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ آپ ان سے صحت مندوں کی طرح گفتگو کرنے لگے۔ ان کے چلے جانے کے بعد آپ پھر بستر پر دراز ہو گئے۔ یہ صاحبان واپس لوٹتے ہوئے بمقام "وہا" پہنچ گئے تھے کہ پیچھے سے آپ کی وفات کی خبر پہنچی۔ یہ سن کر وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔

14 محرم الحرام 1365ھ بمطابق 1945ء بعد نماز عصر سڑسٹھ سال کی عمر گزار کر علوم نبوی کے وارث، حکمت و دانش کے پیکر اور توحید و سنت کے علمبردار کی روح اپنے قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور مشہور قبرستان "چوپرسے" میں محو آرام ہوئے۔ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

مصادر و مآخذ

-1	تذکرہ علماء بلتستان	از حاجی خلیل الرحمٰن
-2	دار العلوم کے ادوار ستہ	از حاجی خلیل الرحمٰن
-3	دار العلوم کا تعارف	از حاجی خلیل الرحمٰن
-4	پاک و ہند میں اہلحدیث کی علمی خدمات	ابو یحیٰی نوشہروی
-5	حافظ عبد المنان وزیر آبادی	از منیر احمد سلفی
-6	تراجم علمائے ہند	ابو یحیٰی نوشہروی
-7	نزھۃ الخواطر	سید عبد الحیٔ الحسنی
-8	افادات مولانا عبد الرشید ندوی، والد راقم الحاج روزی، بابا عبد الملک وغیرہ	

☆☆☆☆☆☆

تزکیہ نفس

تزکیہ کا ماحصل یہ ہے کہ نفس کو روح کے تابع اور خواہشات نفس کو شریعت کے تابع کر دیا جائے۔ تزکیہ نفس کا طریق کار تقویٰ ہے جس کے ذریعے نفس میں وہ احساس اور کیفیت پیدا کی جاتی ہے۔ جس کی بناء پر ہر کام میں اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی رغبت اور مخالفت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ خواہش نفس جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں "اتباع ھوی" کہا گیا ہے یہی وہ چیز ہے جس کے آگے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ پس نفس پر کنٹرول کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ دل میں فکر آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا استحضار پیدا کیا جائے۔﴿و اما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى Oفان الجنة هي المأوىO﴾ اسی کا نام تزکیہ ہے جس کے ذریعے انبیاء کرام اور ان کے جانشینوں نے معاشرے کی اصلاح فرمائی اور آج بھی معاشرے کی اصلاح کا ایک موثر اور کامیاب ذریعہ ہے۔

(محمد بشیر)